ترکی میں طلباء سے صدر اوباما کے خطاب کے اقتباسات

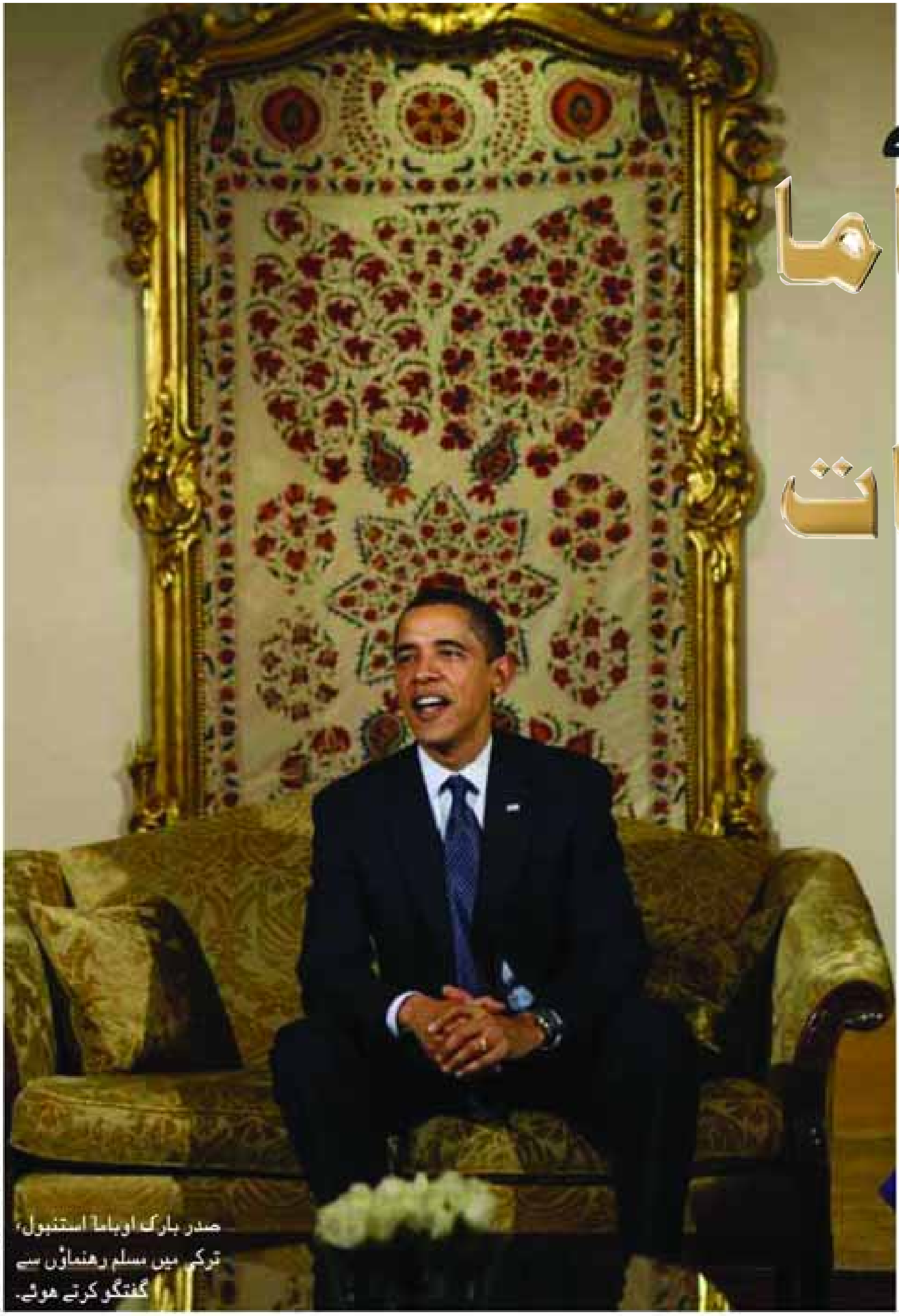

صدر بارک اوباما استنبول، ترکی میں مسلم رہنماؤں سے گفتگو کرتے ہوئے۔

ٹوفین کلچرل سینٹر، استنبول، ترکی

میں بطور صدر اپنے پہلے غیر ملکی دورہ پر اگر ترکی آیا ہوں تو اس کا ایک خاص مقصد ہے اور یہ صرف یہاں استنبول میں خوبصورت مقامات کی سیر نہیں ہے۔ میں یہاں ترکی کی اہمیت اور ہمارے دونوں ملکوں کے درمیان رفاقت کی اہمیت کی توثیق کرنے آیا ہوں۔ میں یہاں ترکی کی جمہوریت اور ثقافت کیلئے جذبۂ احترام کے تحت اور اپنے اس اعتقاد کی بنیاد پر آیا ہوں کہ اس خطے میں اور دنیا میں ترکی ایک بہت اہم رول نبھاتا ہے۔ میں ترکی اس لئے آیا ہوں کہ میں امریکہ اور عالم اسلام کے درمیان تعلقات از سرِ نو بہتر بنانے کے قول و قرار پر ثابت قدم ہوں۔ جس کی بنیاد ہمارے باہمی مفاد اور باہمی احترام پر ہے۔

ترکی اور امریکہ کے درمیان اشتراک اور تعاون کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان تبادلے ۱۵۰ سال پرانے ہیں۔ ہم لوگ پانچ دہائیوں سے زیادہ شمالی اوقیانوس معاہدہ تنظیم (ناٹو) میں شریک رہے ہیں۔ تجارت اور تعلیم اور سائنس اور تحقیق میں ہمارے تعلقات بہت گہرے ہیں۔ امریکہ کو اس پر بھی فخر ہے کہ اس کی آبادی میں بہت سے مرد و عورت ترکی النسل ہیں جنھوں نے ہمارے ملک کو زیادہ فعال اور زیادہ کامیاب جگہ بنا رکھا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو ترک۔ امریکی تعلقات کی بنیادیں بہت مضبوط ہیں۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے، میں جانتا ہوں کہ حالیہ برسوں میں کچھ دشواریاں آئی ہیں۔ بعض صورتوں میں وہ بنیاد کمزور ہوئی ہے۔ پالیسی پر ہمارے درمیان کچھ مخصوص اختلافات ہوئے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ہمیں اس کا احساس بھی نہیں رہ گیا کہ ہم دونوں ممالک اس میں ایک ساتھ ہیں۔ ۔۔۔۔ ہمارے مفادات مشترک ہیں۔ اور ہماری قدریں مشترک ہیں۔ اور ہمارے درمیان ایک ایسی شراکت ہے جو ہماری مشترکہ امیدوں اور مشترکہ خوابوں کی تکمیل کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

لیکن میں بھی ہمیشہ عوام کے ساتھ بالخصوص نوجوانوں کے ساتھ بالمشافہ بات کرنے کیلئے تھوڑا سا وقت نکال لیتا ہوں۔ اس لئے اگلے چند منٹوں میں ایسے تین شعبوں پر توجہ مرکوز کرنا چاہوں گا جس میں میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ کچھ پیش قدمیاں کر سکتے ہیں: اپنے دونوں ملکوں کے درمیان مذاکرات کو آگے بڑھا سکتے ہیں بلکہ امریکہ اور عالم اسلام کے درمیان مذاکرات کو آگے بڑھا سکتے ہیں؛ تعلیم اور سماجی فلاح کے شعبے میں امکانات کی توسیع کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ نوجوانوں تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ ترکی میں بھی اور امریکہ میں بھی ایک پرامن اور خوشحال مستقبل کیلئے ہماری بہترین امیدیں ان سے ہی وابستہ ہیں۔

اب مجھے ان تینوں نکات پر مختصراً بولنے کا موقع دیا جائے۔

پہلی بات یہ کہ مجھے اس پر یقین ہے کہ ہم لوگ ایسے مذاکرات شروع کر سکتے ہیں جن میں کھلا پن ہو، ایمانداری ہو، فعالیت ہو اور جن کی جڑیں احترام میں پیوست ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ بات سمجھ لیں کہ میں امریکہ کی کوششوں میں ایک نیا باب شروع کرنے کے قول و قرار پر ذاتی طور سے ثابت قدم ہوں۔ ہم اس کے متحمل نہیں ہو سکتے کہ ایک دوسرے سے روبرو بات نہ کریں، بات کریں تو صرف اختلافات پر ہی توجہ مرکوز رکھیں یا پھر اپنے گرد بے اعتمادی کی دیواریں اونچی ہوتی رہنے دیں۔

اس کے برعکس ہمیں ایک دوسرے کی بات بڑی توجہ سے سننی پڑے گی۔ ہمیں ان مقامات پر اپنی توجہ مرکوز کرنی پڑے گی جہاں ہمیں مشترکہ بنیاد مل سکے اور ہمیں ایک دوسرے کے خیالات کا احترام کرنا پڑے گا، گرچہ آپس میں اختلاف ہو تب بھی۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو مجھے پورا یقین ہے کہ ہم اپنے کچھ اختلافات دور کر سکیں گے، کچھ ایسی دوریاں پاٹ سکیں گے جو ماضی میں ہمارے درمیان پیدا ہو گئی تھیں۔

اس عمل کا ایک حصہ آپ کو امریکہ کا بہتر احساس دلانے سے تعلق رکھتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ امریکہ کے بارے میں کچھ مفروضے قائم کر لئے گئے ہیں۔ اور یہ بھی مجھے پتہ ہے کہ ان میں سے بہتوں کو کوئی بات راست تبادلے یا مذاکرات سے معلوم نہیں ہوئی ہے بلکہ ان کی معلومات کا ذریعہ ٹیلی ویژن شو، فلمیں اور غلط اطلاعات ہیں۔ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ خود غرض ہے اور انتہائی من مانی پر آمادہ ہو گیا ہے یا ہم اپنے سوا دنیا میں کسی کے بارے میں فکر نہیں کرتے۔ اور میں یہاں آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ یہ وہ ملک نہیں جس کو میں جانتا ہوں یہ وہ ملک نہیں جس سے میں پیار کرتا ہوں۔

کسی بھی دوسرے ملک کی طرح امریکہ نے بھی غلطیاں کی ہیں اور اس کے بھی نقائص ہیں۔ لیکن دو صدیوں سے زائد سے ہم نے بھاری قیمت چکا کر اور قربانیاں دے کر ایک جامع یونین بنانے کی کوشش کی ہے اور دیگر ملکوں کے ساتھ مل کر دنیا کو زیادہ پر امید بنانے کی کوشش کی ہے۔ ہم زیادہ بڑے پیمانے پر سب کے بھلے کے قول وقرار پر ثابت قدم ہیں، ان گنت ملکوں میں ہمارے شہری ہیں جو اہم اہلیتوں میں رہ کر خدمات انجام دے رہے ہیں، جیسے کہ ڈاکٹر اور زرعی ماہرین اور کچھ لوگ جیسے کہ اساتذہ اور وہ لوگ جو دنیا کو بہتر مقام بنانے کے قول وقرار کا احترام کرتے ہیں۔

ہم لوگوں کا ملک ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف پس منظر کے لوگ مختلف نسلوں اور مختلف مذاہب کے لوگ ایک جگہ رہتے ہیں اور مشترکہ آدرشوں کے گرد مجتمع ہیں۔ آج بھی ہمارا ملک ایک ایسی جگہ ہے جہاں کوئی بھی کوشش کرے تو کچھ بھی بن سکتا ہے۔ اگر یہ درست نہیں ہوتا تو بارک حسین اوباما نام کا کوئی شخص ریاستہائے متحدہ امریکہ کا صدر منتخب نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس امریکہ کو سمجھیں۔

صدر بارک اوباما استنبول، ترکی کے توفین کلچرل سینٹر میں ٹاؤن ہال میٹنگ کے شرکاء سے مصافحہ کرتے ہوئے۔

دوسری بات، مجھے اس کا یقین ہے کہ ہم لوگ ترکی اور پورے عالم اسلام کے ساتھ زیادہ بڑے امکانات کو بروئے کار لانے کیلئے پارٹنرشپ شروع کر سکتے ہیں۔ میرا یہ دورہ لندن میں جی ۲۰ سے شروع ہوا اور ہم نے وہاں جن امور پر غور کیا ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان عوام اور ان ملکوں کی مدد کیسے کی جائے جو، اپنی کسی خطا کے بغیر، موجودہ عالمی اقتصادی بحران سے بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر ملکوں کی مدد کیلئے ہاتھ بڑھانے کی غرض سے کچھ اہم اقدامات کئے اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کو ایک ٹریلین ڈالر دینے کا فیصلہ کیا اور غذائی سلامتی کے شعبے میں تاریخی سرمایہ کاری کی۔

لیکن ابھی اس سے بھی بڑا ایک سوال جواب طلب رہ گیا ہے کہ ترکی اور امریکہ مل کر ان لوگوں کی مدد کیسے کر سکتے ہیں جو اس نئی عالمی معیشت میں پیچھے چھوٹ گئے ہیں۔ ہمارے تمام ملکوں میں غربت ہے۔ تمام ملکوں میں ـــ ہمارے تمام ملکوں میں ایسے نوجوان لوگ ہیں جنہیں وہ مواقع نہیں مل رہے ہیں جن کی انہیں ضرورت ہے، وہ تعلیم انہیں نہیں مل رہی ہے جس تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور ایسا نہیں کہ یہ صورت حال صرف ترکی کی ہے یا صرف امریکہ کی ہے بلکہ پوری دنیا کی ہے اور اسی لئے ہمیں مل کر غور کرنا ہوگا کہ ہم ان لوگوں کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کیلئے ان کی مدد کیسے کر سکتے ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جہاں زیادہ خوشحال مستقبل کیلئے پوری دنیا کے مسلمانوں سے مل کر امریکہ کے کام کرنے کا امکان بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ میں بنیادی ترجیحات کے حوالے سے نئی پارٹنرشپ کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں؛ زیادہ بچوں کو اچھی تعلیم دلانے کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ایسے خطوں میں جو عالمی معاشرہ کے حاشیے پر ہیں، صحت کی دیکھ بھال کو وسعت دینے کیلئے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم تجارت اور سرمایہ کاری کے شعبے میں روزگار کے نئے مواقع نکالنے کیلئے اور صنعتوں کے لئے اور بالآخر ہم تمام لوگوں کی خوشحالی کو بڑھاوا دینے کیلئے کیا اقدامات کر سکتے ہیں؟ میرے خیال میں ان ہی چیزوں سے اس کی درست آزمائش ہو سکتی ہے کہ کیا ہم لوگ اس دنیا کو جو ہمیں ملی ہے زیادہ بہتر اور زیادہ پر امید بنا کر رخصت ہو رہے ہیں۔

آخر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں مستقبل کو زیادہ پر امید اور خوشحال بنانے میں نوجوانوں کے ہاتھ بٹانے پر کس حد تک انحصار کر رہا ہوں۔ پہلے ہی یہ نسل، آپ کی نسل ایک ایسی دنیا میں ہوش مند ہوئی ہے جہاں ڈرامائی اور دشوار دونوں طرح کی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ اگرچہ آپ کو اطلاع و ابلاغ تک بے نظیر رسائی کے اختیارات حاصل ہو گئے ہیں لیکن آپ کو زیادہ بڑے چیلنجوں کا بھی سامنا ہے۔ ایک ابھرتی ہوئی عالمی معیشت، موسمیاتی تبدیلی، انتہاپسندی، پرانے جھگڑے مگر نئے ہتھیار۔ یہ سارے امور وہ امور ہیں جن کو حل کرنے کا کام ترکی میں بھی اور پوری دنیا میں بھی نوجوانوں کو ہی کرنا ہے۔

امریکہ میں، مجھے یہ دیکھ کر فخر ہوتا ہے کہ سرگرمی اور ذمہ داری کا ایک نیا جذبہ جڑ پکڑ رہا ہے۔ یہ جذبہ میں نے ان نوجوان امریکیوں میں دیکھا ہے جو ہمارے اسکولوں میں پڑھانے کو پسند کرتے ہیں یا رضا کارانہ طور پر بھی کام کرنے بیرون ملک چلے جاتے ہیں۔ یہ جذبہ میں نے خود اپنی صدارتی انتخابی مہم کے دوران بھی دیکھا جس میں نوجوان لوگوں نے وہ توانائی اور آئیڈیل ازم شامل کر دیا جس کی وجہ سے یہ کامیابی ممکن ہو سکی۔ اور میں جہاں بھی بیرونی سفر پر گیا اور اس جیسے گروپ سے بات کی وہاں میں نے یہ بات پائی۔ میں جہاں کہیں بھی جاتا ہوں ایسے نوجوان لوگوں کو دیکھتا ہوں جن کے یہاں جذبہ ہے، لگن ہے اور جو اپنے آس پاس کی دنیا کے بارے میں پوری طرح باخبر ہیں۔

اس لئے بطور صدر میں چاہوں گا کہ نوجوان امریکیوں کا پوری دنیا کے نوجوان لوگوں سے ربط ضبط قائم کرنے کی نئی صورتیں وضع کی جائیں، نئی زبانیں سیکھنے، ان کی خدمت اور مطالعہ کرنے کے مواقع کو سہارا دیا جائے، ہمارے ساحلوں پر دوسرے ملکوں سے آنے والے طلباء و طالبات کا خیر مقدم کیا جائے۔ دنیا کے ساتھ ربط ضبط قائم کرنے کے امریکہ کے طرز عمل کا یہ ہمیشہ ایک لازمی حصہ رہا ہے۔ اسی طرح میرے والد، جو کینیا کے تھے یعنی افریقہ کے تھے، امریکہ آئے اور بالآخر ان کی ملاقات میری والدہ سے ہوئی۔ اسی طرح یہاں استنبول میں بہت دنوں پہلے رابرٹ کالج کا قیام عمل میں آیا۔

چھوٹے چھوٹے تبادلے ہمارے درمیان کی دیواریں گرا سکتے ہیں، کیونکہ جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں اور ایک مشترکہ تجربے میں شراکت دار ہوتے ہیں، تو انکی مشترکہ انسانیت منکشف ہوتی ہے۔ ہمیں اس کی یاد دہانی ہوتی ہے کہ ایک تعمیری اور بامقصد زندگی کی تلاش میں ہم ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور جیسے ہی یہ ہوتا ہے بے اعتمادی دھیرے دھیرے غائب ہونے لگتی ہے اور ہمارے چھوٹے چھوٹے اختلافات ان چیزوں پر حاوی نہیں ہوتے جو ہمارے درمیان مشترک ہوتی ہیں۔ اور یہیں سے ترقی کا آغاز ہوتا ہے۔

اس لئے آپ تمام لوگوں کو، میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دنیا ویسی ہی بنے گی جیسی آپ بنانا چاہیں گے۔ آپ نئی دیواریں تعمیر کرنے کی بجائے نئے پل تعمیر کرنے کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ آپ پائیدار امن کی تلاش میں پرانے اختلافات کو پس پشت ڈالنے کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ آپ ایک ایسی خوشحالی کے فروغ کو ترجیح دے سکتے ہیں جس میں صرف چند مٹھی بھر دولت مندوں کا حصہ نہ ہو بلکہ تمام لوگ ساجھیدار ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ جانیں کہ ان کوششوں میں امریکہ میں آپ کو ایک رفیق اور ایک مددگار اور ایک دوست مل جائے گا۔

☆☆☆☆☆

میں سمجھتا ہوں کہ آغاز کرنے کیلئے سب سے اہم چیز بات چیت ہے۔ جب آپ کو دوسری ثقافتوں اور دوسرے ملکوں کے لوگوں سے ملاقات کرنے کا موقع ملتا ہے اور آپ ان کی بات سنتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اگرچہ ایک مختلف زبان بولتے ہیں یا آپ کا مذہبی عقیدہ مختلف ہے تو بھی یہ تو ظاہر ہو ہی جاتا ہے کہ آپ اپنے خاندان کی فکر کرتے ہیں آپ کی بھی وہی تمنا ہوتی ہے کہ آپ ایک ایسا کیریئر اپنانے کے اہل بن سکیں جو معاشرے کے لئے کارآمد ہے، آپ یہ تمنا کرتے ہیں کہ اپنے کنبے کی پرورش کر سکیں اور یہ کہ آپ کے بچے صحت مند ہوں اور ان کو اچھی

صدر بارک اوباما استنبول، ترکی کے توفین کلچرل سینٹر میں ٹاؤن ہال میٹنگ میں شرکاء کے خیر مقدم کا جواب دیتے ہوئے۔

تعلیم ملے ۔۔ یعنی وہ تمام چیزیں جن کے ساتھ میدار پوری دنیا کے انسان ہیں زیادہ اہم ہیں بہ نسبت ان چیزوں کے جو مختلف ہیں۔

اس لئے آغاز کرنے کا سب سے اہم مقام یہی ہے۔ اور یہی وہ جگہ ہے جہاں نوجوان لوگ زیادہ مددگار ہو سکتے ہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ بڑی عمر میں پہنچ کر ہم لوگ کچھ عادتوں کے اسیر ہو جاتے ہیں اور شبہ کرنے لگتے ہیں اور ہمارے اندر بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ ٹھیک ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ جب روس کے صدر میڈویڈیف سے میری ملاقات ہوئی، وہ دلچسپ ملاقات تھی اور ہم لوگوں نے سچ مچ بڑی اچھی بات کی اور ہم نے اس سچائی پر بھی تبادلہ خیال کیا کہ اگرچہ ہم سرد جنگ کے دوران پیدا ہوئے لیکن سرد جنگ کی شدت جب کم ہونے لگی تب ہم ہوشمند ہوئے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارا رویہ تھوڑا سا ایسے کسی شخص کے رویہ سے مختلف ہے جو روس کو صرف ایک سوویت یونین کے طور پر دیکھ رہا تھا۔ صرف ایک دشمن کے طور پر یا پھر اس کے جس نے امریکہ کو صرف ایک دشمن کے طور پر دیکھا۔

اس لئے نوجوان لوگوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کچھ پرانے تعصبات سے اور پرانے شبہات سے نجات حاصل کر سکتے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اہم ہے۔ لیکن صرف سمجھ لینا ہی کافی نہیں ہے۔ تب آپ کو ۔۔ ہمیں سچ مچ کام کرنا ہوگا۔

☆☆☆☆☆

آپ جانتے ہیں، میرے الیکشن کے سلسلے میں کیا ہوا، میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں نے جس چیز کو اچھا محسوس کیا وہ اس احساس کی توثیق ہے کہ امریکہ آج بھی امکانات کی سرزمین ہے۔ میں امارت میں پیدا نہیں ہوا۔ میں شہرت میں پیدا نہیں ہوا۔ میں ایک نسلی اقلیت سے آیا ہوں۔ میرا نام امریکہ کے لئے بہت خلاف معمول ہے اور اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ عوام نے میرے انتخاب کو اس بات کا ثبوت سمجھا کہ اگرچہ ہم لوگ ہنوز نامکمل ہیں لیکن ہمارا معاشرہ مسلسل ترقی کر رہا ہے، نسلی تفریق کم ہوئی ہے، تمام لوگوں کے لئے تعلیم کا امکان ایک ایسی چیز ہے جو اب بھی دستیاب ہے۔ اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ عوام کو اس سے حوصلہ ملا کہ میری طرح کا کوئی شخص، جو ملک سے باہر رہ چکا ہے، جس کے خاندان میں مسلمان بھی ہیں ۔۔ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا کے دیگر حصوں کے ساتھ پل تعمیر کرنے میں مدد کرنے کا اہل ہو سکوں گا۔

آپ جانتے ہیں، امریکی عوام بہت رجائیت پسند عوام ہیں۔ ہم لوگ فطرتاً امید پرست ہیں۔ ہم اس پر یقین کرتے ہیں کہ اگر ہم سارا دھیان لگا دیں تو کچھ بھی کر لینا ممکن ہے۔ اور امریکہ کی خصوصیات میں یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جسے میں سمجھتا ہوں کہ پوری دنیا پسند کرتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بعض اوقات لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ اس سلسلے میں خاطر خواہ حد تک حقیقت پسند نہیں ہیں کہ دنیا کیسے چلتی ہے۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تاریخ کا احترام کئے بغیر دنیا کی شکل بدل سکتے ہیں، کیونکہ ہم اب بھی مقابلتاً نئی قوم ہیں۔ ترکی کے مقابلے میں کیونکہ یہاں کی تہذیب بہت پرانی ہے، امریکہ اب بھی بہت نیا ہے۔

اور اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ درست ہے کہ ہم اس پر یقین کرتے ہیں کہ واقعات بہت تیزی سے رونما ہو سکتے ہیں اور سیاست میں ہو یا اقتصادیات میں یا سائنس و ٹکنالوجی میں انقلاب آ سکتا ہے اور ہم راتوں رات اپنی زندگی بہتر بنا سکتے ہیں۔

اس لئے بعض اوقات ہمیں زیادہ صبر و تحمل کی ضرورت پڑتی ہے لیکن میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ دنیا کو احساس ہونا چاہئے (آڈیو ٹیپ سے غائب) یہ ایک اچھی چیز ہے اور ہمیں پرانی دلیلوں پر لکیر کا فقیر بن کر نہیں رہنا چاہئے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یورپ کے بارے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ میں جیسے جیسے یورپ میں سفر کر رہا ہوں مختلف ملکوں کے درمیان ایسے تنازعات کے بارے میں سننے کو مل رہا ہے جو ۱۰۰ سال پرانے ہیں، ۱۰۰۰ سال پرانے ہیں یعنی آج بھی لوگوں کو ان باتوں میں الجھا کر رکھا گیا ہے جو بہت پہلے کبھی ہوئی تھیں۔

اس لئے امریکہ جو ایک چیز پیش کر سکتا ہے وہ ہے آگے کی طرف دیکھنے پر اصرار، ہمیشہ پیچھے مڑ کر دیکھنے سے گریز کی تاکید۔

☆☆☆☆☆

میں یہ کہوں گا ۔۔ کہ مجھے یقین ہے کہ مشرق وسطیٰ میں امن ممکن ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی بنیاد دو مملکتوں پر ہونی چاہئے، پہلو بہ پہلو، ایک مملکت فلسطین اور ایک یہودی مملکت۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مقصد کے حصول کیلئے دونوں فریقوں کو سمجھوتے کرنے پڑیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات ہم لوگ جانتے ہیں کہ وہ سمجھوتے کیا ہونے چاہئیں اور کیا ہوں گے۔ اب ضرورت جس چیز کی ہے وہ ہے قیادت کی طرف سے سیاسی عزم اور جرأت۔ یہ کام امریکہ کا یا ترکی کا نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے، البتہ اچھے دوستوں کی طرح ہم ان کی حوصلہ افزائی کر سکتے ہیں کہ وہ مذاکرات کو آگے بڑھائیں۔

مجھے اس پر یقین کرنا ہے کہ فلسطینیوں کی مائیں اور اسرائیلیوں کی مائیں اپنے اپنے بچوں کے لئے یکساں امید رکھتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ ان کے بچے تشدد کی زد میں آنے کیلئے مخدوش نہ ہوں۔ وہ نہیں چاہتیں کہ، جب ان کا بچہ کسی بس میں بیٹھے تو، ان کو اس کی فکر دامن گیر ہو کہ بس کہیں دھماکے سے پھٹ نہ جائے۔ وہ یہ نہیں چاہتیں کہ ان کے بچے کو اپنے فطری علاقائی یا نسلی تشخص کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑے، صرف اس وجہ سے کہ وہ کون ہیں۔ اور اسی لئے مجھے کبھی کبھی لگتا ہے کہ اگر آپ تھوڑی دیر کیلئے ماؤں کو ان معاملات کا انچارج بنا دیں تو یہ معاملات از خود حل ہو جائیں گے۔

اور ماضی کے بارے میں نہیں بلکہ مستقبل کے بارے میں سوچنے کا یہی جذبہ ہے، جس کی بات ابھی کچھ دیر پہلے میں نے کی ہے اور یہ سمجھتا ہوں کہ قیام امن کا عمل آگے بڑھانے میں اس سے مدد مل سکتی ہے، کیونکہ آپ اگر وہاں کی صورتحال پر نظر ڈالیں تو مجھے نہیں لگتا کہ یہی صورتحال بہت دن تک برقرار رکھی جا سکتی ہے۔ یہ اسرائیل کی سلامتی کیلئے لائق برداشت نہیں ہے کیونکہ جیسے جیسے ان کے گرد آبادی بڑھے گی اور اسرائیل کیلئے مخاصمت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوگا، بڑھتے ہوئے وقت کے ساتھ اسرائیل کم سے کم محفوظ ہوتا چلا جائے گا۔

یہ فلسطینیوں کے لئے لائق برداشت نہیں ہے کیونکہ ان کی معیشت زیادہ سے زیادہ کمزور ہو رہی ہے، ان کی معیشت روزگار کے مواقع فراہم کرنے کی اہل نہیں ہے اور مال بھی تیار نہیں کر سکتی اور عوام کے بنیادی معیار زندگی کیلئے آمدنی بھی حاصل نہیں کر سکتی۔

اس لئے ہم جانتے ہیں کہ یہ راستہ بند ہو چکا ہے۔ ہمیں اب ایک نئی سمت میں پیش قدمی کرنی ہوگی۔ لیکن یہ دشوار کام ہے۔ ڈھیر ساری بے اعتمادی پیدا ہو چکی ہے، ڈھیر سارا غصہ ہے، ڈھیر ساری نفرت ہے اور اس نفرت کو ختم کرنے کیلئے صبر اور تحمل کی ضرورت ہے۔ مگر یہ ہو چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

لیکن اس کا دارومدار آپ جیسے نوجوانوں پر ہوگا جو اپنے ذہن و دل پر نئے خیالات اور نئے امکانات کے دروازے بند نہیں کرتے۔ آپ جیسے نوجوان لوگوں کے لئے ضروری ہوگا کہ آپ بھی لکیر کے فقیر نہ بنیں، اور دوسرے لوگوں کے بارے میں بدترین باتیں پہلے سے نہ سوچ لیں۔

عالم اسلام میں یہ خیال عام ہے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں غلطی اسرائیل کی ہے۔ اس خیال میں توازن کا فقدان ہے۔ کیونکہ ہر سوال کے دو رخ ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک فریق کی طرف سے کچھ غلط ہو اور اس کی مذمت نہ کی جائے لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی بھی مسئلے کے دو رخ ہوتے ہیں۔

میں یہی بات اپنے یہودی دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ آپ کو فلسطینیوں کا تناظر بھی سامنے رکھنا ہوگا۔ کسی اور کے انداز میں سوچنے کے لئے اس کا انداز نظر بھی اختیار کرنا ضروری ہے۔ امن ایسے ہی شروع ہوتا ہے اور اسے شروع کرنا آپ کا کام ہے۔

☆☆☆☆☆